’’مکروہ‘‘ اور ’’کراہت‘‘

کے متعلق کچھ اہم اُصولی مباحث

مفتی عبید الرحمٰن
دار الافتاء جامعہ اصحاب الصفہ، مردان

اُصولی نقطۂ نظر سے شرعی احکام کی مختلف قسمیں ہیں، ان اقسام میں سے ایک قسم ’’مکروہ‘‘ بھی ہے۔ حضرات اصولیین نے دیگر احکام کی طرح اس حکم کے متعلق بھی تقریباً تمام ضروری مباحث عقلی واستدلالی انداز میں ذکر فرمائی ہیں، البتہ مختلف عناصر کی وجہ سے اس باب میں چند پیچیدگیاں پیدا ہوگئیں، جن کو اُصولی انداز میں حل کرنے کے لیے تفصیلی کلام کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی اور اسی بنا پر یہ چند صفحات لکھے جا رہے ہیں۔ نیز ویسے تو اس بحث کے لیے مذاہبِ اربعہ کے اصولی ذخیرے سے اپنی بساط کے مطابق خوب استفادے کی کوشش کی گئی اور دسیوں کتب کی ورق گردانی کی توفیق نصیب ہوئی، لیکن اس تحریر میں ضرورت کے مطابق عبارات ذکر کرنے پر اکتفا کیا گیا۔

اس تحریر میں بنیادی طور پر درج ذیل نکات کے متعلق کچھ باتیں ذکر کی جائیں گی:

۱:۔ کراہت کا مصدر وماخذ۔
۲:۔ کراہت کی شرعی اقسام اور ہر قسم کا مقام وحکم۔
۳:۔ کراہت کا لفظ جب مطلق ذکر ہوجائے تو اس کا محمل ومصداق۔

کراہت کا مصدر وماخذ

دیگر تمام شرعی احکام کی طرح اس حکم ’’کراہت‘‘ کے اصلی مصادر بھی شرعی دلائل یعنی قرآن وسنت یا ان کی روشنی میں منعقد ہونے والا اجماع وقیاس ہی ہیں، جس طرح شرعی دلائل کے بغیر فرض واجب وغیرہ احکام ثابت نہیں ہوسکتے، یوں ہی مکروہ کا ثبوت بھی شرعی دلیل کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ تمام اصولیین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآن وسنت میں یا تو مکلف انسان کے کسی کام کرنے کو طلب کیا گیا

ہوگا یا اس کے چھوڑنے کا مطالبہ ہوگا یا کرنے اور نہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہوگا، اختیار دینے کی صورت اباحت کہلاتی ہے۔ اگر کسی کام کا کرنا مطلوب ہوتو اس کی دوصورتیں ہوسکتی ہیں، کیونکہ یا تو طلب جازم ہوگا یا غیر جازم، اگر طلب ہو اور جازم بھی ہوتو اس کو واجب کہا جاتا ہے اور جازم نہ ہوتو اس کو سنت یا مندوب کہا جاتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی کام سے روکنا مقصود ومطلوب ہوتو بھی یہی دوصورتیں ممکن ہیں کہ ممانعت جازم ہوگی یا غیر جازم؟ اگر جازم ہوتو وہ کام حرام کہلائے گا اور اگر غیر جازم ہوتو مکروہ قرار پائے گا۔ (۱)

غیر جازم کی دوصورتیں ہوسکتی ہیں: دلالۃً غیر جازم اور ثبوتاً غیر جازم، یعنی ممانعت میں جزم نہ ہونے کی وجہ یا تو یہ ہوگی کہ دلیلِ شرعی کی دلالت واضح اور قطعی نہیں ہوگی یا دلالت تو قطعی ہو، لیکن اس دلیل کا ثبوت یقینی نہ ہو۔ ان دونوں صورتوں میں جو ممانعت ہوگی اُس سے کراہت ثابت ہوگی اور چونکہ نہی موجود ہے، اس لیے کراہتِ تحریمی ہوگی۔ مکروہِ تنزیہی میں نہی وممانعت نہیں ہوتی، بلکہ محض چھوڑنے کی ترغیب ہوتی ہے۔ ترغیب وممانعت میں فرق واضح ہے۔ ''توضیح'' میں ہے:

''لأن ما يأتي به المكلف إن تساوی فعله وتركه فمباح وإلا، فإن كان فعله أولٰی فمع المنع عن الترك واجب وبدونه مندوب، وإن كان تركه أولٰی فمع المنعِ عن الفعل بدليل قطعي حرام وبدليل ظني مكروه كراهة التحريم وبدون المنع عن الفعل مكروه كراهة التنزيه.'' (۲)(۳)

ترجمہ: ''مکلف جو بھی عمل کرتا ہے، اگر اس کا کرنا نہ کرنا برابر ہوتو وہ مباح ہوگا، ورنہ اگر کرنا بہتر ہو اور اس کے ساتھ ترک کرنے پر وعید بھی ذکر ہوتو واجب ہوگا، ورنہ مستحب۔ اور اگر اس عمل کا ترک کرنا بہتر ہو، پھر اگر اس سے دلیلِ قطعی کے ساتھ منع آئی ہوتو حرام ہوگا اور اگر دلیلِ ظنی کے ذریعے ممانعت وارد ہوتو مکروہِ تحریمی، اگر اس کام سے منع نہ کیا گیا ہوتو اسے مکروہِ تنزیہی کہا جاتا ہے۔''

بعض کتابوں میں جو یہ ذکر کیا گیا ہے کہ مکروہِ تنزیہی وہ ہے جس سے نہی غیر جازم وارد ہوئی ہو، وہاں نہی سے یہی ترغیبی وارشادی انداز کی نہی مراد ہے، یعنی جس کے چھوڑنے کی ترغیب دی گئی ہو، ورنہ اگر کسی کام سے اصولی اصطلاح کی نہی وارد ہوجائے، یعنی ''لا تفعل'' کے ہم معنی صیغوں سے اس کی ممانعت کی جائے تو اس کا کم از کم تقاضا یہ ہے کہ وہ کام قبیح اور مکروہِ تحریمی ہو، اس کو بلا وجہ مکروہِ تنزیہی پر محمول کرنا اس لیے درست نہیں ہے کہ مکروہِ تنزیہی تو جواز واباحت کی ایک شکل ہے، جبکہ نہی کا مقصود ہی ممانعت ہے۔

کراہتِ تحریم وتنزیہ میں فرق اور وجہِ فرق

کراہتِ تحریم اور تنزیہ میں دو اَساسی نوعیت کے فروق ہیں: ۱:-ایک ثبوت ومصدر کے لحاظ سے اور ۲:-دوسرا حکم واثر کے اعتبار سے۔

الف: ثبوت کے لحاظ سے تو دونوں کے درمیان یہی فرق ہے کہ کراہتِ تحریم سے نصوص میں ممانعت وارد ہوتی ہے، جبکہ مکروہ تنزیہی میں کوئی نہی وارد نہیں ہوتی، بلکہ چھوڑنے کی ترغیب دی جاتی ہے، اگر کہیں نہی کا صیغہ استعمال بھی ہو تو وہ اصولی اصطلاحی نہی نہیں ہوتی، یعنی اس نہی سے کسی کام کی ممانعت مطلوب نہیں ہوتی، بلکہ صرف چھوڑنے کی افضلیت بیان کرنی مقصود ہوتی ہے۔

ب: حکم کے لحاظ سے دونوں میں فرق یہ ہے کہ مکروہِ تحریمی گناہ ومعصیت ہے، جبکہ مکروہِ تنزیہی گناہ نہیں ہے۔

مکروہِ تحریمی صغیرہ گناہ ہے یا کبیرہ؟

مکروہِ تحریمی گناہ ومعصیت تو یقیناً ہے، لیکن گناہِ صغیرہ ہے یا کبیرہ؟ علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ نے گناہوں کے متعلق ایک رسالہ تحریر فرمایا ہے، جو ان کے مجموعہ رسائل میں شامل ہے، اس میں وہ تحریر فرماتے ہیں:

’’كلُّ ما كُرِه عندنا تحريمًا فهو من الصغائر كما استفيد ذٰلك مِن تعدادها.‘‘(۴)

ترجمہ: ’’ہمارے نزدیک جو عمل بھی مکروہِ تحریمی ہے، وہ صغیرہ گناہ کے زمرہ میں آتا ہے، جیسا کہ ان کی تعداد سے معلوم ہوتا ہے۔‘‘

علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ کی اس تحقیق کو علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کئی فقہاء کرام نے تائید وتوثیق کے طور پر نقل فرمایا ہے، ’’ردالمحتار‘‘ میں ہے:

’’أقول: صرح العلامة ابن نجيم في رسالته المؤلفة في بيان المعاصي: بأن كل مكروه تحريمًا من الصغائر.‘‘ (۵)

ترجمہ: ’’علامہ ابن نجیمؒ نے گناہِ کبیرہ کے موضوع پر جو رسالہ لکھا ہے، اس میں تصریح ہے کہ تمام مکروہِ تحریمی اُمور صغیرہ گناہ شمار ہوتے ہیں۔‘‘

لیکن علامہ عبد الحیٔ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مفید رسالہ ’’تحفة الأخيار‘‘ میں علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ کی اس تحقیق سے اختلاف کیا ہے اور ذکر فرمایا ہے کہ مکروہِ تحریمی حرام کے قریب ہوتا ہے اور گو حرام سے کم درجے کا گناہ ہوتا ہے، لیکن ہے کبیرہ، چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں:

’’صرّح ابنُ نجيم المصري في رسالته المؤلّفة في بيان الصّغائر والكبائر بأنّ

المکروہ تحریمًا مِن الصّغائر. والحقّ أنّ لیس کذٰلك، فقد صرّحوا أنّ المکروہَ تحریمًا قریب مِن الحرام یستحقّ به محذورا دون استحقاق النّار کحرمان الشّفاعة، وھٰذا دلیل صریح علی أنّه من الکبائر، إلّا أنّه دون کبیرة ترك الواجب والفرض وارتکاب الحرام.'' (۶)

ترجمہ: ''علامہ ابن نجیمؒ نے گناہ کبیرہ کے موضوع پر جو رسالہ لکھا ہے، اس میں تصریح ہے کہ تمام مکروہِ تحریمی امور صغیرہ گناہ شمار ہوتے ہیں، مگر یہ درست نہیں، کیونکہ فقہاء کرام کے نزدیک مکروہِ تحریمی حرام کے قریب قریب ہوتا ہے، جس کی وجہ سے بندہ ملامت کا مستحق ہوتا ہے، البتہ جہنم کا سزاوار نہیں۔ اسی طرح شفاعت سے محرومی کا باعث بھی بنتا ہے، معلوم ہوا کہ یہ گناہِ کبیرہ ہے، البتہ واجب یا فرض چھوڑنے کی طرح گناہِ کبیرہ نہیں۔''

ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں:

''لأنّ المکروہ تحریمًا قریب مِن الحرام علی ما صرّح به جمع مِن الأعلام وإنْ عدّہ بعضھم مِن الصّغائر. وإن کانتْ تنزیھیة کان ارتکابه صغیرة، لکن یکون بالإصرار علیه واعتیادہ کبیرة.''

ترجمہ: ''مکروہِ تحریمی حرام کے قریب قریب ہوتا ہے، جیسا کہ فقہاء کرام نے وضاحت کی ہے، اگرچہ بعض لوگوں نے اسے صغائر میں سے گردانا ہے، البتہ اگر کراہت تنزیہی ہو تو اس کا ارتکاب صغیرہ گناہ ہے، تاہم بار بار کرنے اور عادت بنانے سے وہ بھی کبیرہ بنے گا۔''

ان دونوں موقفوں میں راجح کونسا ہے؟ اس میں احتیاط کی بات یہ ہے کہ ترجیح میں پڑے بغیر اختلاف کا منشا واساس معلوم کیا جائے۔ زیرِ بحث مسئلہ میں ان دونوں اقوال میں اختلاف کا بڑا منشا بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ گناہِ کبیرہ وصغیرہ کی تعریف میں اختلاف ہے، چنانچہ کبائر کے موضوع پر لکھی گئی کتابوں اور مقالات میں تفصیل کے ساتھ مختلف اقوال ذکر کیے جاتے ہیں۔

اب اگر گناہِ کبیرہ کے لیے قطعیت کی شرط لگائی جائے اور یہ طے کیا جائے کہ کبیرہ گناہ وہی ہوگا جس کا گناہ ہونا ہر لحاظ سے قطعی ہو یا گناہِ کبیرہ کی یہ تعریف طے کرلی جائے کہ جس گناہ کے کرنے پر معین طور پر کوئی وعید یا عذاب کی دھمکی دی گئی ہو، تو پہلی تعریف کے مطابق تمام یا اکثر مکروہِ تحریمی' گناہِ کبیرہ کی تعریف سے نکل جائیں گے، اسی طرح دوسری تعریف کے مطابق بھی بہت سے مکروہِ تحریمی امور کو کبیرہ کہنا درست نہیں رہے گا، کیونکہ ایسے امور کی ایک اچھی خاصی فہرست ہے، جو اصولی لحاظ سے مکروہِ تحریمی ہوتے ہیں، لیکن اس پر کوئی مخصوص وعید یا عذاب کا ذکر نصوص میں نہیں ملتا، لہٰذا ان دونوں یا ان جیسی دیگر تعریفات کے مطابق علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ کی بات درست ہوگی، بلکہ ان کے قول کا

یہی محمل قرار دینا چاہیے اور اگر گناہِ کبیرہ کی تعریف میں ایسی کوئی اضافی قید نہ لگائی جائے تو علامہ عبدالحیٔ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی بات درست ہے۔

کیا مکروہِ تنزیہی گناہ ہے؟

ابھی تک جو تفصیل ذکر کی گئی ہے، اس سے مکروہِ تنزیہی کا مصدر اور اس کا حکم واضح ہوگیا۔ اس میں مزید قابلِ تنقیح نکتہ یہ ہے کہ کیا مکروہِ تنزیہی گناہ و معصیت ہے یا نہیں؟ گناہِ کبیرہ قرار دینا تو ممکن نہیں ہے، کیونکہ گناہِ کبیرہ تو حرام یا کم از کم مکروہِ تحریمی ہوسکتا ہے، لہٰذا سوال یہ ہوتا ہے کہ کیا مکروہِ تنزیہی کو صغیرہ گناہوں میں سے قرار دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

بعض اہلِ علم کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ مکروہِ تنزیہی بھی صغیرہ گناہوں میں سے ہے، چنانچہ علامہ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

''وخلاصة المرام في المقام: أنّه لا شبهة في إباحته وعدم تحريمه ولا ريبَ في كراهته، فإن كانتْ كراهته تحريمية كان الارتكاب من الكبائر لأنّ المكروه تحريمًا قريب مِن الحرام على ما صرّح به جمع مِن الأعلام وإنْ عدّه بعضهم مِن الصّغائر. وإن كانتْ تنزيهية كان ارتكابه صغيرة، لكن يكون بالإصرار عليه واعتياده كبيرة.'' (۷)

ترجمہ: ''مکروہِ تحریمی حرام کے قریب قریب ہوتا ہے، جیسا کہ فقہاء کرام نے وضاحت کی ہے، اگرچہ بعض لوگوں نے اسے صغائر میں سے گردانا ہے، البتہ اگر کراہت تنزیہی ہو تو اس کا ارتکاب صغیرہ گناہ ہے، تاہم بار بار کرنے اور عادت بنانے سے کبیرہ بنے گا۔''

لیکن اس کو گناہ کہنا قابلِ اشکال ہے، جس کی چند وجوہات یہ ہیں:

الف: متعدد اصولیین نے تصریح فرمائی ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی بعض اوقات بیانِ جواز کے لیے مکروہِ تنزیہی کا ارتکاب کرتے ہیں، حالانکہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سب کے سب معصوم ہیں اور راجح قول کے مطابق جس طرح کبیرہ گناہوں سے عصمت ثابت ہے، یوں ہی صغیرہ گناہوں کے عمداً ارتکاب کرنے سے بھی یہ حضرات معصوم ہیں۔

ب: سابقہ مباحث سے معلوم ہوا کہ مکروہِ تنزیہی سے شریعت میں ممانعت نہیں کی جاتی، جب ممانعت ثابت نہیں ہوئی تو اس کا ارتکاب' گناہ کیونکر قرار دیا جاسکتا ہے؟! اس لیے اصولِ فقہ کی کتابوں میں اس کا حکم یہ بتایا جاتا ہے کہ اس کا ارتکاب کرنا موجبِ عقاب نہیں ہے، جبکہ ہمارے نزدیک ہر گناہ (چاہے وہ صغیرہ ہی ہو) مستحقِ عقاب ہے۔

ج: تقریباً اکثر اصولیین اور فقہاء صراحت فرماتے ہیں کہ کراہتِ تنزیہ اور اباحت میں تضاد نہیں ہے، بلکہ دونوں جمع ہو سکتے ہیں، حالانکہ مکروہِ تنزیہی اگر گناہ ہے تو اباحت کے ساتھ اس کا یکجا اجتماع ممکن نہیں ہے۔ اس لیے درست بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ مکروہِ تنزیہی گناہ کی فہرست میں داخل نہیں ہے، البتہ یہ حکم نفسِ مکروہِ تنزیہی کے ارتکاب کا ہے، اگر اس کے ساتھ دیگر عوارض ملیں تو اس کے مطابق اس کو گناہ قرار دیا جا سکتا ہے اور علامہ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی بات کو بھی اس پر محمول کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

فقہی ذخیرے میں لفظِ کراہت کا مصداق

فقہی کتابوں خصوصاً حضرات فقہائے حنفیہ کی کتابوں میں لفظِ کراہت کا استعمال کافی زیادہ ہوتا ہے، اگر کراہت کے ساتھ تفصیل لکھی گئی ہو کہ کراہتِ تحریم ہے یا تنزیہ، تب تو بات بالکل واضح ہے۔ اگر کہیں کسی عمل کو مکروہ لکھا گیا ہو، لیکن یہ وضاحت موجود نہ ہو کہ وہ مکروہِ تحریمی ہے یا تنزیہی، تو اس کو کیا قرار دیا جائے گا؟ عام طور پر یہ مشہور ہے کہ ''کراہت'' کا لفظ جب مطلق بولا جائے تو اس سے مراد مکروہِ تحریمی ہوتا ہے، لہٰذا مطلق مکروہ کا مصداق مکروہِ تحریمی ہوگا۔ (۸) اُصولی اور نظریاتی طور پر یہ بات درست بھی ہونی چاہیے، کیونکہ ''مکروہ'' کا فردِ کامل یہی مکروہِ تحریمی ہی ہے اور لفظ جب مطلق ذکر ہو تو اس سے فردِ کامل ہی مراد لے لینا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے فقہائے کرام مطلق کراہت سے کراہتِ تحریم پر استدلال بھی فرماتے ہیں، چنانچہ علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ ایک عبارت کی تشریح میں فرماتے ہیں:

''قوله: ''وكره لمن تجب عليه الجمعة'' أطلق الكراهة فتكون تحريمية.''(۹)

ترجمہ: ''جس شخص پر جمعہ کی نماز واجب ہو، اس کے لیے گھر میں نمازِ ظہر پڑھنا مکروہ ہے، یہاں شارح نے مکروہ مطلقاً ذکر فرمایا ہے، بظاہر اس سے مراد مکروہِ تحریمی ہے۔''

تاہم حقیقت یہ ہے کہ بہت سی جگہوں پر اگرچہ یہ ضابطہ درست ثابت ہوتا ہے، لیکن باوجود اس کے اس کو قاعدہ کلیہ قرار دینا مشکل ہے، جس کی ایک بنیادی وجہ یہ بھی ہے کہ حضرات فقہائے کرام کے ہاں اس باب میں کافی توسع سے کام لیا جاتا ہے، چنانچہ بہت سے متقدمین حرام کا لفظ استعمال کرنے میں بھرپور احتیاط کرنے کی وجہ سے بہت سے محرمات کے لیے بھی مکروہ کا لفظ استعمال کر لیتے ہیں، یوں ہی بہت سے فقہائے کرام توسُّع اور تسامح سے کام لیتے ہیں اور کئی مکروہات پر بھی لفظ حرام کا اطلاق فرماتے ہیں، یا بعض اوقات سدِّ ذرائع وغیرہ اسباب کی وجہ سے بھی کئی مکروہات کے لیے حرام کے لفظ کا استعارہ لے لیتے ہیں۔ ''درمختار'' میں ہے:

’’(ووجب سعي إليها وترك البيع) ... وأفاد في البحر صحة إطلاق الحرمة على المكروه تحريمًا.‘‘(۱۰)

ترجمہ:’’بحر میں ہے کہ مکروہِ تحریمی کو حرام کہنا درست ہے۔‘‘

’’فتاویٰ شامی‘‘ میں ایک مسئلہ کے ضمن میں ہے:

’’ (قوله:ومكروهه) هو ضد المحبوب؛ قد يطلق على الحرام كقول القدوري في مختصره: ومن صلى الظهر في منزله يوم الجمعة قبل صلاة الإمام ولا عذر له كره له ذلك. وعلى المكروه تحريمًا: وهو ما كان إلى الحرام أقرب، و يسميه محمد حراما ظنيا. وعلى المكروه تنزيهًا: وهو ما كان تركه أولٰى من فعله، و يرادف خلاف الأولٰى كما قدمناه.‘‘(۱۱)

ترجمہ:’’مکروہ کا اطلاق حرام پر بھی ہوتا ہے، جیسا کہ امام قدوریؒ نے قدوری میں لکھا ہے کہ: جو بندہ جمعہ کے دن بغیر عذر کے ظہر کی نماز گھر میں پڑھے تو یہ مکروہ ہے۔ اور بظاہر کراہت سے مراد کراہتِ تحریمی ہے، جو کہ حرام کے قریب قریب ہوتا ہے، جسے امام محمدؒ حرامِ ظنی کہتے ہیں۔ اسی طرح مکروہ کا اطلاق مکروہِ تنزیہی پر بھی ہوتا ہے، جس کا چھوڑنا بہتر ہے اور جسے خلافِ اولیٰ بھی کہتے ہیں۔‘‘

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے بالکل بجا طور پر لکھا ہے کہ متقدمین بسا اوقات صریح حرام کام کے لیے بھی مکروہ کا لفظ استعمال فرماتے ہیں، اس کا منشا ان حضرات کا غیر معمولی احتیاط وتورُّع ہے، لیکن بہت سے متاخرین کو اسی چیز نے غلط فہمی میں ڈال رکھا ہے اور وہ اس کو واقعۃً حرام سے کم درجے کی ممانعت سمجھنے لگتے ہیں۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

’’قد غلط كثير من المتأخرين من أتباع الأئمة على أئمتهم بسبب ذلك، حيث تورع الأئمة عن إطلاق لفظ التحريم، وأطلقوا لفظ الكراهة، فنفى المتأخرون التحريم عما أطلق عليه الأئمة الكراهة، ثم سهل عليهم لفظ الكراهة وخفت مؤنته عليهم، فحمله بعضهم على التنزيه، وتجاوز به آخرون إلى كراهة ترك الأولٰى، وهٰذا كثير جدا في تصرفاتهم؛ فحصل بسببه غلط عظيم على الشريعة وعلى الأئمة، وقد قال الإمام أحمد في الجمع بين الأختين بملك اليمين: أكرهه، ولا أقول هو حرام، ومذهبه تحريمه، وإنما تورع عن إطلاق لفظ التحريم لأجل قول عثمانؓ.‘‘(۱۲)

ترجمہ:’’ائمہ سلف کے متاخرین مقلدین کو اپنے اکابر کے طرز سے غلط فہمی واقع ہوئی،

چنانچہ ائمہ اسلاف نے از روئے احتیاط ’’حرام‘‘ کی جگہ ’’مکروہ‘‘ کہا، مابعد لوگوں نے بڑوں کے مکروہ کہنے کی وجہ سے ان اُمور کی حرمت کا ہی انکار کیا اور اس کو معمولی سمجھا، لفظ کراہت اس کے لیے معمولی سی بات بن گئی، کسی نے اسے مکروہِ تنزیہی قرار دیا اور کسی نے خلافِ اولیٰ کہا، چنانچہ اس وجہ سے وہ دین اور ائمہ کے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہوگئے، امام احمدؒ نے دو بہنوں کو بیک وقت ملک یمین میں جمع کرنے کو مکروہ کہا، حالانکہ ان کے نزدیک اس کا جمع کرنا حرام ہے، تاہم انہوں نے احتیاط اور حضرت عثمانؓ کی روایت کی وجہ سے اُسے مکروہ فرمایا۔‘‘

اس لیے احتیاط اسی میں ہے کہ اگر کہیں کسی عمل کو مطلقاً مکروہ قرار دیا گیا ہو تو وہاں محض اس وجہ سے اس کو مکروہِ تحریمی نہ قرار دیا جائے کہ مکروہ کا فردِ کامل مکروہِ تحریمی ہے، بلکہ اس کی دلیل وأساس پر غور کرلینا چاہیے، اگر دلیل کراہتِ تحریم کی مقتضی ہو تو مکروہِ تحریمی قرار دیا جائے اور اگر دلیل محض تنزیہ واحتیاط کا تقاضا کرتی ہو تو مکروہِ تنزیہی قرار دیا جائے۔ ’’النهر الفائق‘‘ میں ہے:

’’(وكره عبثه بثوبه وبدنه) لما أخرجه القضاعي مرسلاً عن يحيى بن كثير عنه عليه الصلاة والسلام (أن الله كره لكم ثلاثًا العبث في الصلاة والرفث في الصوم والضحك في المقابر) وقدمنا أن الكراهة المطلقة يراد بها التحريم غير أنه ذكر هنا ما يكره تنزيهًا أيضًا مما مرجعه خلاف الأولى، قال الحلبي: وكثيرًا ما يطلقون الكراهة عليه وحينئذ، فالفارق الدليل.‘‘(۱۳)

ترجمہ: ’’بحالتِ نماز کپڑے یا بدن کے ساتھ کھیلنا مکروہ ہے۔ امام قضاعیؒ نے یحییٰ بن کثیر کے حوالے سے حدیث نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تین باتیں ناپسند ہیں: نماز میں کھیلنا، روزہ کی حالت میں بوس وکنار کرنا اور قبرستان میں ہنسنا، چنانچہ پہلے گزر چکا ہے کہ کراہت جب مطلق ذکر کی جائے تو اس سے مراد مکروہِ تحریمی ہوتا ہے، مگر یہاں اس سے مراد مکروہِ تنزیہی ہے جو دراصل خلافِ اولیٰ ہوتا ہے۔ امام حلبیؒ فرماتے ہیں کہ: فقہاء اکثر خلافِ اولیٰ کو بھی مکروہ کہتے ہیں، تاہم تحریمی اور تنزیہی کا فرق دلیل سے معلوم ہوگا۔‘‘

مکروہِ تنزیہی اور خلافِ اولیٰ

مکروہِ تنزیہی کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ اس کو چھوڑنا بہتر ہے، یعنی کرنے کی بنسبت نہ کرنا بہتر ہے، ٹھیک یہی مفہوم ’’خلافِ اولیٰ‘‘ کا بھی ہے، لیکن فقہی کتابوں میں بعض امور کو خلافِ اولیٰ قرار دیا جاتا ہے اور بعض کے بارے میں مکروہِ تنزیہی کے الفاظ ذکر ہوتے ہیں۔ اب سوال یہ ہوتا ہے کہ یہ

دونوں مترادف الفاظ ہیں یا دونوں کے درمیان کچھ فرق بھی ہے؟ اگر کچھ فرق ہے تو کیا ہے؟

غور کیا جائے تو اس کے دو پہلو واضح ہوتے ہیں: ایک یہ ہے کہ ’’مکروہِ تنزیہی‘‘ بھی شرعی احکام میں سے ایک قسم ہے اور ہر شرعی حکم شرعی دلیل کا محتاج ہے اور دلیلِ شرعی ہی کی روشنی میں کوئی شرعی حکم متعین کیا جاسکتا ہے، اس لیے مکروہِ تنزیہی کے لیے کسی دلیلِ شرعی کا ہونا ضروری ہے اور اس کے بغیر کسی چیز کو مکروہ قرار دینا درست نہیں ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ وغیرہ کئی فقہائے کرام نے اسی پہلو کو مدِنظر فرمایا ہے، چنانچہ آپ نے ’’بحر‘‘ کے حاشیے میں اس پر بقدرِ ضرورت بحث فرمائی، اسی بحث کا حاصل تحریر فرماتے ہیں:

’’والحاصل أن خلاف الأولٰى أعم من المكروه تنزيهًا وترك المستحب خلاف الأولٰى دائمًا لا مكروه تنزيهًا دائمًا بل قد يكون مكروهًا إن وجد دليل الكراهة وإلا فلا.‘‘(۱۴)

ترجمہ: ’’خلافِ اولیٰ یعنی نامناسب مکروہِ تنزیہی اور ترکِ مستحب سب کو کہا جاتا ہے، البتہ مستحب کا ترک کرنا ہمیشہ خلافِ اولیٰ ہوتا ہے، مگر ہر خلافِ اولیٰ مکروہِ تنزیہی بھی ہو، یہ ضروری نہیں، اس کے لیے الگ دلیل درکار ہے۔ اگر کراہت کی دلیل موجود ہو تو مکروہِ تنزیہی بھی ہوگا، ورنہ نہیں۔‘‘

دوسرا پہلو یہ ہے کہ انجام کار کے لحاظ سے خلافِ اولیٰ اور مکروہِ تنزیہی میں کوئی خاص فرق نہیں ہے، دونوں کا مآل کار ایک ہی ہے، اس لیے دونوں میں فرق نہیں ہونا چاہیے۔

رہا یہ اشکال کہ مکروہ کے لیے دلیل خاص کی ضرورت ہے تو اس کا جواب یہ دیا جاسکتا ہے کہ مکروہ کو حکمِ شرعی تسلیم کر لینے کے بعد دلیلِ شرعی کی ضرورت تو واضح ہے کہ اس کے بغیر حکمِ شرعی ثابت نہیں ہوتا، لیکن دلیلِ خاص کا ہونا لازم نہیں ہے، چنانچہ واجبات کو چھوڑنا مکروہِ تحریمی ہے اور حرام سے بچنا ضروری ہے، لیکن اس کے متعلق کوئی دلیلِ خاص بایں معنی وارد نہیں ہوئی کہ جس میں ترکِ واجب کی کراہت کا یا اجتناب عن الحرام کو ضروری قرار دیا گیا ہو، بلکہ اسی ضابطے پر اکتفا کیا گیا کہ کسی چیز کا امر اُس کی ضد کی کراہت وممانعت کا تقاضا کرتا ہے اور کسی چیز کی نہی وممانعت اس بات کی متقاضی ہے کہ اس کا کرنا مکروہ وممنوع قرار پائے۔ یوں ہی یہاں بھی کسی چیز کا استحباب شرعی دلیل سے ثابت ہو جائے تو ترکِ مستحب جس طرح خلافِ اولیٰ ہے، یوں ہی مکروہِ تنزیہی کی تعریف بھی اس پر صادق آتی ہے اور یہ کراہت خود اسی دلیل کا نتیجہ ہے، جس سے اس کام کا استحباب ثابت ہوتا ہے۔

یہ ’’مکروہ‘‘ اور ’’کراہت‘‘ کے متعلق چند اُصولی اور بنیادی نوعیت کے مباحث تھے، جن کو

اس تحریر میں ذکر کرنا مقصود تھا۔ اللہ تعالیٰ دین کی صحیح سمجھ اور اُس پر استقامت کی نعمت نصیب فرمائیں۔

حواشی وحوالہ جات

۱:۔البحر المحيط في أصول الفقه، فصل خطاب التكليف، ج: ۱ ، ص:۲۳۱ . الابهاج في شرح المنهاج، ج:۱، ص:۵۲. إرشاد الفحول إلى تحقيق الحق من علم الأصول، ج:۱، ص:۲۵ .

۲:۔علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بعد تحریر فرمایا ہے کہ یہ تمام تفصیل امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی رائے کے مطابق ہے، حضرات شیخین کی رائے اس کے برخلاف ہے، چنانچہ ان کے نزدیک اگر کسی چیز کے کرنے سے شرع میں ممانعت وارد ہوئی ہو تو وہ حرام ہے، اگر ممانعت نہ کی گئی ہو تو پھر دیکھا جائے گا، اگر وہ حرام کے قریب ہو تو مکروہ تحریمی قرار پائے گا اور اگر حلال کے قریب ہو تو مکروہِ تنزیہی قرار دیا جائے گا، الخ۔ لیکن وہاں ممانعت وارد نہ ہونے سے بظاہر وہی ممانعتِ جازمہ مراد ہے، مطلق ممانعت کی نفی مقصود نہیں ہے، ورنہ اگر مطلقاً ممانعت وارد نہ ہو تو اس کے بغیر کوئی کام کیونکر حرام کے قریب ہوسکتا ہے؟! اور کیونکر اس کو شرعاً مکروہِ تحریمی یا تنزیہی قرار دیا جاسکتا ہے، جبکہ شرعی دلیل وارد ہی نہ ہو؟!

۳:۔شرح التلويح على التوضيح، ج:۱، ص:۱۷ .

۴:۔الرسائل الزينية،الرسالة الثالثة والثلاثون، ص:۳۷۱

۵:۔ ردالمحتار على الدر المختار،مطلب المكروه تحريما من الصغائر، ج:۱، ص:۴۵۶

۶:۔تحفة الأخيار مع نخبة الأنظار، ص:۳۶

۷:۔ترويح الجنان بتشريح حكم شرب الدخان،ص: ۵۸ .

۸:۔ یہ حضرات فقہائے احناف کا منہج ہے، جہاں تک دیگر ائمہ فقہائے کی اصطلاح ہے تو اس کے متعلق دکتور عبدالکریم النملۃ نے یہ نقل فرمایا ہے کہ جمہور اصولیین کے نزدیک مطلق کراہت سے مراد کراہت تنزیہ ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو: المهذب في علم أصول الفقه المقارن، المسألة الرابعة: ما يطلق عليه المكروه ،ج:۱، ص:۲۸۴ .

۹:۔حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص:۵۲۰ .

۱۰:۔الدر المختار مع حاشية ابن عابدين،باب الجمعة، ج:۲، ص: ۱۶۱ .

۱۱:۔رد المحتار على الدر المختار،مطلب في تعريف المكروه، وأنه قد يطلق على الحرام والمكروه تحريما وتنزيها، ج:۱، ص:۱۳۱ .

۱۲:۔إعلام الموقعين عن رب العالمين، ج:۱، ص:۳۲.

اصولِ فقہ کے ساتھ شغف رکھنے والے سعودی عرب کے ایک معاصر عالم دکتور جناب عبدالکریم بن محمد النملۃ نے مختلف ائمہ کرام کے حوالے سے یہی بات نقل فرمائی ہے، آپ لکھتے ہیں:

’’اختلف في إطلاقات المكروه على ما يلي: فبعض العلماء يطلق لفظ ’’مكروه ‘‘، ويريد به الحرام والمحظور، وقد روي هٰذا الإطلاق عن الإمام مالك، والشافعي، وأحمد- رحمهم الله جميعًا - وهو غالب في عبارة المتقدمين، وذلك تورعًا منهم وحذرًا من الوقوع تحت طائلة النهي الوارد في قوله تعالى: (وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلَالٌ وَهٰذَا حَرَامٌ) فكرهوا - لذلك - إطلاق لفظ التحريم ... المهذب في علم أصول الفقه المقارن، المسألة الرابعة: ما يطلق عليه المكروه ، ج:۱، ص:۲۸۴ ‘‘

۱۳:۔النهر الفائق،باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، ج:۱، ص: ۲۷۷ .

۱۴:۔منحة الخالق على البحر الرائق،،باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، ج:۲، ص:۳۵.